# فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

**سوال**: اخبار بینی کے وقت مردوں اور عورتوں کی تصاویر دیکھنا کیسا ہے؟

**جواب**: عورت کی تصویر فتنہ ہے، لہٰذا اسے دیکھنے سے اجتناب ضروری ہے۔

**سوال**: گناہ کو جائز کہنا کیسا ہے؟

**جواب**: ایسا گناہ کہ جس کا گناہ ہونا متفق ہو، اس کو جائز سمجھنا الحاد اور ارتداد ہے، ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے گی، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ ارتداد لازم آئے گا، البتہ جس عمل کے گناہ ہونے میں اختلاف ہو، اس میں یہ فتویٰ نہیں آئے گا۔

**سوال**: عورت کے لیے ناک اور کان چھیدنا کیسا ہے؟

**جواب**: عورتوں کے لیے ناک اور کان چھیدوانا جائز ہے۔ کئی عمومی دلائل سے اس کی رخصت ملتی ہے، اسے تخلیق میں بگاڑ قرار دینا درست نہیں۔

**سوال**: ریشم کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

**جواب**: کیڑے سے جو ریشم تیار کی گئی ہو، اس کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

**سوال**: جعلی سرٹیفکیٹ بنوا کر ملازمت کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: جائز نہیں، یہ دھوکہ اور حق تلفی ہے، یقیناً اس کے لیے رشوت بھی دی جاتی ہے، جو کہ حرام اور ناجائز ہے۔

**سوال**: ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت اور تفسیر سننا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر اور موبائل وغیرہ سہولتیں ہے، ان سے جائز استفادہ کرنا چاہیے۔

(سوال): ٹی وی پر اسلامی نشریات سننا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

(سوال): انگریزی کی تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟

(جواب): کوئی بھی زبان سیکھنا اعزاز ہے، انگریزی بین الاقوامی زبان ہے، اسے سیکھنا وقت کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو انگریزی زبان اور فنون سیکھنے چاہیے، مگر اسلامی شعائر میں مداہنت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

(سوال): بچوں کو کھلونے دلانا کیسا ہے؟

(جواب): بچوں کو کھلونے دلانا جائز ہے۔

(سوال): بچوں کو تصاویر کے ذریعے تعلیم دینا کیسا ہے؟

(جواب): تصویر کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے، نہ کہ اسے حصول تعلیم کا ذریعہ بنانا چاہیے۔

(سوال): کسی ڈاڑھی منڈے کو منبر پر وعظ کے لیے بٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): ڈاڑھی منڈوانا اعلانیہ گناہ ہے اور مسجد کا منبر ایک دینی منصب ہے، جس پر کسی اعلانیہ فاسق کو فائز نہیں کیا جاسکتا، اس میں شعائر اسلامیہ کی توہین ہے۔

(سوال): لا الہ الا اللہ کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ''لا الہ الا اللہ'' کلمہ طیبہ اور کلمہ حق ہے، اس میں توحید باری تعالیٰ کا کمال پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کے وسیلے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاسکتی ہے۔

(سوال): سانپ، بندر اور ریچھ وغیرہ پالنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز نہیں۔ یہ حرام جانور ہیں۔

(سوال): ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا کیسا ہے؟

(جواب): جائز ہے، اگر چین سونے کی ہے، تو مردوں کے لیے ناجائز ہے۔

(سوال): جو نائی لوگوں کی ڈاڑھیاں مونڈتا ہے، اس سے حجامت بنوانا کیسا ہے؟

(جواب): بنوائی جا سکتی ہے۔ ڈاڑھی مونڈنے کا گناہ نائی کے سر ہے۔

(سوال): کسی جائز کام کے لیے کسی کی سفارش کرنا کیسا ہے؟

(جواب): مشروع و مستحب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَهٗ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا﴾

(النّساء : ٨٥)

''جو کسی نیکی اور بھلائی پر سفارش کرے، اسے اس میں کچھ حصہ ملے گا اور جس نے برائی کی سفارش کی، اسے بھی برائی کا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا .

''(دوسروں کی جائز اُمور میں) سفارش کر کے اجر حاصل کریں۔''

(صحيح البخاري : 6027، صحيح مسلم : 2627)

(سوال): بے بی ٹیسٹ ٹیوب (مصنوعی طریقہ تولید) کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مصنوعی طریقہ تولید کی دور حاضر میں سات صورتیں ہیں۔

① شوہر اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

② غیر مرد اور بیوی کا مادہ تولید بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

③ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں رکھا جائے۔

④ غیر مرد اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑤ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر دوسری بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑥ شوہر اور بیوی کا مادۂ تولید افزائش کے لئے ٹیوب میں رکھا جائے، اس کے بعد بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔ رحم مادر میں ارتقائی مراحل سے گزرے اور بچہ پیدا ہو جائے، اس طریقہ تولید کو طبی اصطلاح میں (Test tube fertilization) کہا جاتا ہے۔

⑦ شوہر کا مادہ تولید سرنج کے ذریعہ بیوی کی رحم تک پہنچا دیا جائے۔

پہلی پانچ صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔ ان میں کئی شرعی قباحتیں موجود ہیں۔

آخری دو صورتیں کو مرض اور عذر کی بنا پر بالکل درست اور جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ بچہ باپ کا جزو ہوتا ہے۔ لیکن باپ کی طرف نسبت کے لئے شرط ہے کہ نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کی ناجائز اولاد زانی یا خاوند کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ گویا دو جہ سے بچے کی نسبت باپ کی طرف ہوسکتی ہے۔

① وجود کا حصہ ہونا

② نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہونا

اس سائنسی طریقہ علاج میں یہ دونوں وجوہات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی نسبت ماں باپ کی طرف درست ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ مسئلہ رضاعت کو اس کی دلیل بنالیا جائے، رضاعت کے رشتے دودھ کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں، بچہ ایک عورت کا دودھ پیتا ہے اور وہ بچے کا جزو بدن بنتا ہے، اس دودھ میں رضاعی باپ کے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، اسی لئے باپ کی طرف بھی نسبت رضاعت قائم ہوجاتی ہے۔یعنی وہ رضاعی باپ بن جاتا ہے۔

بے بی ٹیسٹ ٹیوب جو کہ ایک انسان کا اپنا نطفہ ہے اور بچے نے پرورش بھی اس کی بیوی کے رحم میں پائی ہے، شریعت کی دونوں قیود نکاح شرعی اور ماں باپ کے وجود کا حصہ ہونا، اس میں موجود ہیں، لہٰذا اس طریقہ میں کوئی قباحت نہیں۔

طریقہ علاج توقیفی نہیں ہوتا، جو بھی بہتر ہو اپنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اصول شریعت سے متصادم نہ ہو، ٹیسٹ ٹیوب بے بی چوں کہ اصول شریعت سے ممنوع نہیں لہٰذا اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال اور صحیح النسب ہوگا۔

سائنسی طریقہ تولید کے صحیح ہونے پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھالیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا

بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے، اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تاوقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔''

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

جبکہ بے بی ٹیسٹ ٹیوب باپ کے بستر پر پیدا ہوتا ہے، نطفہ بھی اسی کا ہوتا ہے، تو اس کی نسبت کیوں کر نہ درست ہوگی؟

بیسیوں چیزیں، جو فطرت سے ہٹ کر ہیں، مثلاً آپریشن کے ذریعے بچے کی پیدائش، بچے کو حقیقی ماں کے بجائے دوسری ماں کا دودھ پلانا، بچے کی پرورش گائے، بکری یا ڈبے کے دودھ پر کرنا وغیرہ۔ہم انہیں جائز کہتے ہیں، لہٰذا عذر کی وجہ سے سائنسی طریقہ تولید کو اختیار کرنا فطرت سے ہرگز بغاوت نہیں، بلکہ بہترین طریقہ علاج ہے۔

**سوال**: کسی ملک میں ویزا کی مدت سے زائد قیام کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: ویزا ایک معاہدہ ہوتا ہے، جس کی خلاف ورزی درست نہیں، پھر کسی غیر ملک میں بغیر اجازت اقامت پذیر ہونا قانونی جرم ہے، لہٰذا احتراز ضروری ہے۔

(سوال): خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش کا کیا حکم ہے؟

(جواب): خنزیر نجس العین ہے، اس کے کسی جزو سے انتفاع حلال نہیں، لہٰذا خنزیر کے بالوں یا کھال سے بنی کسی چیز کا استعمال جائز نہیں۔

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''خنزیر کی حرمت میں پورے کا پورا خنزیر داخل ہے، یعنی اس کے تمام ظاہری اور باطنی اجزا۔ ذرا تدبر کیجئے کہ کیسے خنزیر کے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کی حرمت کی طرف اشارہ کر دیا، چونکہ خنزیر میں زیادہ چیز گوشت ہے، اس لیے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کو حرام کر دیا، کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے برعکس (احرام کے حالت میں) شکار (کی حرمت میں) یہ نہیں کہا کہ تم پر شکار کا گوشت حرام کیا گیا ہے، بلکہ خود شکار کو حرام کیا ہے، اس میں شکار کے جانور کو قتل کرنا اور اسے کھانا دونوں شامل ہیں۔ جبکہ جب (خنزیر کی) تجارت کو حرام کیا، تو پورے خنزیر کا ذکر کیا اور اس کی حرمت گوشت کے ساتھ خاص نہیں کی، تا کہ بیع کی حرمت زندہ اور مردہ خنزیر کو شامل ہو۔''

(زاد المَعاد : 674/5)

۞ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ ''مگر جس جانور کو تم ذبح کر لو (وہ حلال ہے)۔'' خنزیر کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ دباغت (چمڑے کو رنگنا) سے زیادہ تطہیر ذبح میں ہے، کیونکہ ذبح کا عمل جانور کے گوشت اور دیگر تمام اجزا پر ہوتا ہے، جبکہ دباغت کا عمل (بعض جزوی) اختلاف کے ساتھ صرف جلد پر

ہوتا ہے۔لہٰذا جب خنزیر کی جلد میں ذبح کا عمل اثر نہیں کرتا،تو اس میں دباغت کا عمل بالاولیٰ اثر نہیں کرتا (اس لیے اس کے چمڑے کو رنگنا جائز نہیں)۔''

(المَسالك في شرح مؤطإ الإمام مالك : 310/5)

**سوال**: امتحان میں نقل کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: امتحان میں نقل کرنا جائز نہیں، اس میں دوسروں کی حق تلفی ہے۔

**سوال**: میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: جائز ہے، انسانی ضرورت ہے اور بہترین ہنر ہے۔

**سوال**: حسن بن عمارہ بجلی راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

**جواب**: حسن بن عمارہ بجلی ''ضعیف ومتروک''اور''مدلس'' ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، ضَعَّفَهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ، وَتَرَكَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ .

''محدثین کرام کے ہاں ضعیف ہے، اسے امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے متروک قرار دیا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 638)

❁ امام زکریا بن یحییٰ ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ مَتْرُوكٌ، أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَدِيثِ عَلٰى تَرْكِ حَدِيثِهٖ .

''ضعیف الحدیث اور متروک ہے۔اس کی حدیث کے ترک کرنے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 322/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعٍ مِّنْهُمْ .

''محدثین کا اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(الرّوض الأنف : 345/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ وَتَرْكِهٖ .

''اس کے ضعیف ومتروک ہونے پر اجماع ہے۔''

(شرح النّووي :112/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْفُقَهَاءِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى ضَعْفِ حَدِيثِهِمْ .

''ان فقہا میں سے تھا، جن کی حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(فتح الباري : 634/6)

امام احمد بن حنبل (الجامع فی العلل ومعرفۃ الرجال بروایۃ المروذی، ص ۱۰۶)، امام فلاس (تاریخ بغداد للخطیب : ۳۲۲/۸، وسندہ صحیح) امام ابو حاتم رازی (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۳/ ۲۸)، امام مسلم (الکنی : ۲۹۵۴)، امام دارقطنی (الضعفاء والمتروکون : ۱۸۶)، امام یعقوب بن شیبہ (تہذیب التہذیب لابن حجر : ۲/ ۳۰۸) اور امام بیہقی رحمہم اللہ (السنن الکبریٰ: ۲/ ۲۲۷) نے ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔

اسے امام سفیان بن عیینہ، امام یحییٰ بن معین، امام ابوزرعہ، امام ابن حبان، امام جوزجانی، امام صالح جزرہ، امام ابن عدی، امام ابن سعد، امام یعقوب بن سفیان فسوی اور امام

بزار وغیرہم رحمہم اللہ نے ''ضعیف ومجروح'' قرار دیا ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً قَالُوا : وَمَا هِيَ تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ : مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي .

''یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے علاوہ باقی سارے جہنم میں داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: وہ فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

(تاریخ واسِط للنّهشل، ص 196، الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 262/2، المُعجم الصّغير للطّبراني : 724، الأباطيل والمَناكير للجورقاني : 283)

(جواب): سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن سفیان واسطی کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلٰى حَدِيثِهٖ .

''اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔''

علامہ جورقانی نے اگرچہ عبداللہ بن سفیان کی توثیق کی ہے، مگر یہ توثیق معتبر نہیں، علامہ جورقانی متاخر ہیں۔ اگر اس راوی کو ثقہ بھی مان لیا جائے، تو بھی اس کی یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اہل علم نے اس کی اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهٗ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَصْلٌ، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ هٰذَا

الْحَدِيثُ مِنْ حَدِيثِ الْأَفْرِيقِيِّ .

''اس حدیث کی یحییٰ بن سعید انصاری کی حدیثوں میں کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ حدیث عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کی حدیثوں میں معروف ہے۔''

(الضّعفاء الکبیر : 262/2)

**سوال**: انجکشن لگا کر مویشیوں کا دودھ نکالنا کیسا ہے؟

**جواب**: شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں، مگر طبی طور پر نقصان دہ ہے، البتہ انتہائی ناگزیر حالت میں جائز ہے، کیونکہ اگر بھینس یا گائے کا دودھ نہ نکالا جائے، تب بھی یہ جانور کے لیے مضر ہے، لہٰذا دودھ نکالنے کے لیے انجکشن کا استعمال جائز ہے۔

**سوال**: حاجات طلب کرنے اور مصائب دور کرنے کے لیے ''سیہون شریف'' کی طرف سفر کرنا کیسا ہے؟

**جواب**: قبروں کی تعظیم میں غلو بہت سے اعتقادی اور اخلاقی فتنے جنم دے چکا ہے۔ قبروں اور مزارات پر مشرکانہ عقائد واعمال اور کافرانہ رسوم ورواج اس قدر رواج پا رہی ہیں کہ بعض لوگوں نے اولیا وصالحین کی قبریں سجدہ گاہ بنالی ہیں۔

لوگ طلبِ حاجات کے لیے ان قبروں کی طرف سفر کرتے ہیں، ان پر مراقبہ اور مجاہدہ کرتے نظر آتے ہیں، مشکلات میں ان کی پکار کرتے ہیں اور ان سے فریادیں کرتے ہیں، ان سے ڈرتے ہیں اور انہی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ ان پر چڑھاوے دیتے ہیں، منت اور نذرانے پیش کرتے ہیں۔ وہاں موجود مجاور زائرین کو صاحبِ قبر کے متعلق جھوٹی حکایات اور کرامات سناتے ہیں۔

لوگ جہالت کے باعث ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کر بیٹھتے

ہیں، شیطان نے قبر پرستی اور اولیا پرستی کے حوالے سے وہ تمام وسائل و ذرائع مہیا کر رکھے ہیں، جن کی بنیاد پر شرک و بدعت کی گاڑی چلتی ہے اور ایمان کے سودے ہوتے ہیں۔

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا بھی انہی وسائل میں سے ہے۔ یہ منکر اور بدعت ہے۔ مشرکین اپنے بتوں کی دیکھ بھال اور نگرانی اسی طرح کرتے تھے۔

❁ سنان بن ابی سنان دوَلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَمِعَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ ـ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ : لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللّٰهِ مَكَّةَ، خَرَجَ بِنَا مَعَهٗ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتّٰى مَرَرْنَا عَلٰى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ، سِدْرَةٌ يَّعْكُفُونَ حَوْلَهَا، وَيَدْعُونَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، إِنَّهَا السُّنَنُ، هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى : اِجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ، قَالَ : إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّكُمْ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ .

''میں نے صحابی رسول سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا، تو آپ ہمیں اپنے ساتھ قبیلہ ہوازن کی طرف لے گئے۔ ہم کفار کی ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے، جس کے پاس وہ مجاوری کرتے تھے اور اسے ''ذاتِ انواط'' کا نام دیتے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ کے رسول! جس

طرح کفار کی ذاتِ انواط ہے، اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ سابقہ اُمتوں کے طریقے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیں، جیسے کفار کے معبود ہیں اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: آپ لاعلم لوگ ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقے پر ضرور چلیں گے۔''

(صحیح ابن حبان: 6702، وسندہٗ صحیحٌ)

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) لکھتے ہیں:

صَارَ حَدِيثُ الْفِرَقِ بِهٰذَا التَّفْسِيرِ صَادِقًا عَلٰى أَمْثَالِ الْبِدَعِ الَّتِي تَقَدَّمَتْ لِلْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَأَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تَبْتَدِعُ فِي دِينِ اللّٰهِ مِثْلَ تِلْكَ الْبِدَعِ، وَتَزِيدُ عَلَيْهَا بِبِدْعَةٍ لَّمْ تَتَقَدَّمْهَا وَاحِدَةٌ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ .

''اس تفسیر کے ساتھ فرقوں والی حدیث ان بدعات پر صادق آتی ہے جن کا ارتکاب یہود و نصاریٰ پہلے سے کرتے آ رہے ہیں، نیز معلوم ہوا کہ یہ اُمت بھی اللہ کے دین میں ایسی بدعات کا ارتکاب کرے گی بلکہ ایک زائد ایسی بدعات میں بھی مبتلا ہو گی، جن کا ارتکاب یہود و نصاریٰ نے نہیں کیا۔''

(الاعتصام: 245/2)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ الْعُكُوفُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَهٗ،

وَسَدَانَتُهُ، وَتَعْلِيقُ السُّتُورِ عَلَيْهِ، كَأَنَّهُ بَيْتُ اللّٰهِ الْكَعْبَةُ .

''قبر پر اعتکاف، اس کی مجاوری، اس کی خدمت، اس پر خانہ کعبہ بیت اللہ کی طرح چادریں چڑھانا، سب حرام ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 267)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا الْعُكُوفُ وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَ شَجَرَةٍ أَوْ حَجَرٍ، تِمْثَالٍ أَوْ غَيْرِ تِمْثَالٍ، وَالْمُجَاوَرَةُ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، أَوْ مَقَامِ نَبِيٍّ أَوْ غَيْرِ نَبِيٍّ، فَلَيْسَ هٰذَا مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مِنْ جِنْسِ دِينِ الْمُشْرِكِينَ .

''کسی شجر وحجر یا مورتی وغیرہ کے پاس اعتکاف کرنا اور کسی نبی یا غیر نبی کی قبر یا نبی یا غیر نبی کے مقام پر مجاور بن کر بیٹھنا، ان کاموں کا مسلمانوں کے دین سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ مشرکین کے دین سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 365)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

مِنْهَا تَعْظِيمُهَا الْمُوقِعُ فِي الِافْتِتَانِ بِهَا، وَمِنْهَا اتِّخَاذُهَا عِيدًا، وَمِنْهَا السَّفَرُ إِلَيْهَا، وَمِنْهَا مُشَابَهَةُ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ بِمَا يُفْعَلُ عِنْدَهَا، مِنَ الْعُكُوفِ عَلَيْهَا، وَالْمُجَاوَرَةِ عِنْدَهَا، وَتَعْلِيقِ السُّتُورِ عَلَيْهَا وَسَدَانَتِهَا، وَعُبَّادُهَا يُرَجِّحُونَ الْمُجَاوَرَةَ عِنْدَهَا عَلَى

الْمُجَاوَرَةِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَيَرَوْنَ سَدَانَتَهَا أَفْضَلَ مِنْ خِدْمَةِ الْمَسَاجِدِ.

''قبر پرستی کی خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی ایسی تعظیم کی جاتی ہے جو انسان کو شرک و بدعت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی طرح انہیں میلہ گاہ بنانا، ان کی طرف سفر کرنا، قبروں کے پاس وہ کام بھی کیے جاتے ہیں جو بت پرستی سے مشابہ ہیں، مثلاً ان پر اعتکاف کرنا، ان کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا، ان پر پردے لٹکانا، ان کی خدمت کے لیے وقف ہونا وغیرہ۔ قبر پرست قبروں کی مجاوری کو بیت اللہ کی مجاوری پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ قبروں کی خدمت بیت اللہ کی خدمت سے افضل ہے۔''

(إغاثة اللّهفان :1/197)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) ابوالوفاء ابن عقیل (513ھ) سے نقل کرتے ہیں:

''جب جہلا اور کند ذہنوں پر شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہوا تو انہوں نے شریعت کے مقرر کردہ شعائر چھوڑ کر خود ساختہ امور کی تعظیم شروع کر دی۔ ان امور میں ذرا سہولت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ شرعی احکام کی پابندی سے نکل گئے۔ ان وضعی اور ان خود ساختہ امور کی وجہ سے وہ کافر ٹھہرے، مثلاً قبروں کی ممنوع تعظیم و تکریم کرنا (انہیں سجدہ روا سمجھنا، ان پر نذر و نیاز دینا وغیرہ)، ان پر چراغ جلانا، انہیں بوسہ دینا، ان پر پھول نچھاور کرنا، مردوں سے حاجات طلب کرنا، قبروں پر چارٹ آویزاں کرنا کہ مولا! میرا فلاں کام کر دے، برائے تبرک قبروں کی مٹی حاصل کرنا، قبروں پر خوشبو چھڑکنا، ان کی طرف

ثواب کی نیت سے سفر کا اہتمام کرنا، لات وعزی کے پجاریوں کی تقلید میں قبر کے درختوں کے ساتھ کپڑے باندھنا (وغیرہ)۔ یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ جو ''مشہد الکف'' پر حاضری نہیں دیتا، بروز بدھ مسجد ملموسہ کی اینٹیں نہیں چھوتا، جنازہ اٹھاتے وقت ابوبکر صدیق، محمد اور علی کا نعرہ نہیں لگاتا۔ وہ ہلاک وبرباد ہوگا۔ وہ بھی ہلاک ہوگا، جو اپنے باپ کی قبر پر چونا گچ عمارت کھڑی نہ کرے، جو اپنے کپڑے کو دامن تک نہ پھاڑے، جو قبر پر عرقِ گلاب نہ چھڑکے۔''

(إغاثة اللّهفان من مَصايد الشّيطان :195/1)

**سوال**: قرعہ اندازی کا کیا حکم ہے؟

**جواب**: حقوق میں قرعہ اندازی نہیں، البتہ زائد مراعات میں قرعہ اندازی جائز ہے۔

**سوال**: طلبا کو پڑھائی میں سستی اور کوتاہی پر جسمانی سزا دینا کیسا ہے؟

**جواب**: تادیب کے لیے تھوڑی بہت سزا دینا درست ہے، لیکن مار مار کر بچوں کو زخمی کر دینا، انہیں تعلیم سے متنفر کر دینا اور ان کی صلاحیتوں کو ضائع کر دینا ظلم اور ناحق ہے۔ ایسا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ رکھنا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ دوسروں کے بچوں کے ساتھ رکھا جائے۔

بعض مدرسین ذہنی مریض ہوتے ہیں، وہ بچوں کی تربیت کرنے سے قاصر رہتے ہیں، حقیقت میں وہ معلم نہیں ہوتے، بلکہ تخریب کار ہوتے ہیں، جو بچوں کو زدوکوب کر کے اپنی نااہلی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں، دراصل وہ بچوں کی نفسیات کو نہیں سمجھتے۔ بچے کسی بھی قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، یہ امانت ہیں، انہیں ضائع ہونے سے بچانا چاہیے، ان کی ذہنی تربیت کیجئے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگئے۔

ویسے بھی ہمارے ہاں شرح ناخواندگی میں اضافہ ہو رہا ہے، اس پرفتن دور میں بہت کم بچے مدارس دینیہ کا رُخ کرتے ہیں، جو آتے ہیں، انہیں مار کر بگا دیا جاتا ہے، یا کم از کم وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ شدید نقصان ہے۔

معلمین کو چاہیے کہ بدلتے حالات پر بھی نظر رکھیں، ہر دور میں ایک جیسا برتاؤ مناسب نہیں اور نہ ہی مار پیٹ ہر مسئلے کا حل ہے۔

❁ شمیسہ عتکیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

ذُكِرَ أَدَبُ الْيَتِيمِ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ : إِنِّي لَأَضْرِبُ الْيَتِيمَ حَتّٰى يَنْبَسِطَ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں یتیم بچے کو تادیباً مارنے کے بارے میں ذکر کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں یتیم بچے کو مارتی ہوں، یہاں تک کہ وہ لیٹنے لگ جاتا۔''

(الأدب المُفرد للبخاري : 142، البِرّ والصِّلة للحسين بن حرب : 209، مُعجم ابن المقرئ : 456، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَضْرِبُ وَلَدَهٗ عَلَى اللَّحْنِ وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلَى الْخَطَأِ .

''آپ رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو غلط اعراب پڑھنے پر مارتے تھے، خطا پر نہیں مارتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25650، جامع بَيان العِلم وفضله لابن عبد البرّ : 2229، الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع للخطيب : 1085، واللفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَضَعُ فِي رِجْلَيَّ الْكَبْلَ،

وَيُعَلِّمُنِي الْقُرْآنَ وَالسُّنَنَ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھے قرآن وسنت کی تعلیم دیتے، آپ رضی اللہ عنہ (سزا کے طور پر) میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے۔''

(سنن الدّارمي : 572، حلية الأولياء لأبي نعيم : 326/3، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 12183، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ اسماء بن عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قُلْتُ لِابْنِ سِيرِينَ : عِنْدِي يَتِيمٌ، قَالَ : اصْنَعْ بِهٖ مَا تَصْنَعُ بِوَلَدِكَ، اضْرِبْهُ مَا تَضْرِبُ وَلَدَكَ .

''میں نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے عرض کیا: میری پرورش میں ایک یتیم ہے۔ فرمایا: اس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں، جو آپ اپنی اولاد کے لیے رکھتے ہیں، جس بات پر اپنے بچوں کو مارتے ہیں، اس پر اسے بھی مار سکتے ہیں۔''

(الأدب المُفرد للبُخاري : 140، وسندہٗ صحيحٌ)

**سوال**: کسی مرض کے علاج کے لیے انسان یا حیوان کو داغ دینا کیسا ہے؟

**جواب**: جائز ہے، یہ علاج کا ایک طریقہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ؛ شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ .

''(کامل) شفاء تین چیزوں میں ہے: ① شہد کا گھونٹ ② سنگی لگوانا اور ③ آگ سے داغنا، لیکن میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے روکتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 5680)

❁ ایک روایت میں ہے:

مَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ .

''میں آگ سے داغنا پسند نہیں کرتا۔''

(صحيح البخاري : 5683، صحيح مسلم : 2205)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک طبیب بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹ کر آگ سے داغ دیا۔''

(صحيح مسلم : 2207)

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں تیر لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے تیر کے پھالے کے ساتھ ان کو داغا۔ ان کے ہاتھ میں ورم آ گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ داغ دیا۔''

(صحيح مسلم : 2208)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ .

''مجھے ذات الجنب کی بیماری میں داغ دیا گیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔''

(صحيح البخاري :5721)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ اكْتَوٰى مِنَ اللَّقْوَةِ .

''آپ رضی اللہ عنہما نے لقوہ میں داغنے کا کہا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 63/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

كَانَ ...... يَنْهٰى عَنِ الْكَيِّ، ثُمَّ اكْتَوٰى بَعْدُ .

''آپ رضی اللہ عنہ پہلے داغنے سے منع کیا کرتے تھے، بعد میں قائل ہو گئے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 65/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ان کی تعداد ستر ہزار ہو گی۔

هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ .

''یہ وہ لوگ ہوں گے، جو دم کا مطالبہ نہیں کریں گے، نہ بدفالی اور بدشگونی کریں گے، نہ داغ لگوائیں گے۔ وہ خاص اپنے رب پر بھروسہ کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 5705، صحيح مسلم : 218)

حاصل کلام یہ ہے کہ آگ سے داغنے سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو داغ دے کر اس کا جواز پیش کیا ہے۔ جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے روکنے کی بات ہے، تو یہ نہی وممانعت اختیاری اور تنزیہی ہے، یعنی اس سے بچنا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی اور چارہ نہ ہو، تو ایسا کر لیا جائے۔ یہ عمل قابل مواخذہ نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داغنے کو پسند نہ کرنے سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی، دوسری بات یہ

ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اکتویٰ کو ناپسند کیا ہے، یعنی کسی کو کہہ کر داغ لگوانے کو آپ ﷺ پسند نہیں کرتے تھے۔ باقی نبی اکرم ﷺ کا کسی کو کہہ کر داغ نہ لگوانے والوں کی تعریف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ داغ لگوانے سے اجتناب کیا جائے۔

(سوال): اگر شراب کی بوتل کو اچھی طرح صاف کر لیا جائے، تو کیا اسے استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

(جواب): استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): کیا کسی جانور کی آنکھ انسان کو لگانا جائز ہے؟

(جواب): اگر میڈیکل میں ایسا ممکن ہے، تو جائز ہے۔

(سوال): اڈنٹی کارڈ بنوانا کیسا ہے؟

(جواب): طلبا کے لیے اڈنٹی کارڈ بنائے جاتے ہیں، تا کہ سفر کے دوران ٹرانسپورٹ والے ان سے کرایہ میں رعایت کریں۔ اس کا استعمال جائز نہیں۔ ریاست کو کوئی حق نہیں کہ کسی کی املاک میں ناجائز تصرف کرے، مسافر سے جتنا کرایہ طے ہے، اس میں رعایت کرنا یا نہ کرنا مالک کا اختیار ہے، اسے کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ ٹیکس کی رعایت میں سٹوڈنٹس کو رعایت دلانا جائز نہیں۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی شر پسند سٹوڈنٹس گاڑیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، ڈرائیوروں کو زدوکوب کرتے ہیں، کئی ڈرائیور جان کی بازی بھی ہار گئے، گاڑیوں کے شیشے توڑ دیے جاتے ہیں، حتی کہ گاڑیوں کو آگ تک لگا دی جاتی ہے۔ یہ جرأت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ ریاست نے ایک ناجائز معاملہ کو قانونی جواز دیا، جس کا سٹوڈنٹس نے ناجائز فائدہ اٹھایا، ان حادثات سے بچنے کے لیے گاڑیوں کے مالکان مجبوراً طلبا کو گاڑیوں پر سوار کر لیتے ہیں، بلکہ

کئی تو اپنی اصل سواریاں چھوڑ دیتے ہیں۔

پھر کئی دفعہ طلبا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے، ڈرائیور تنگ آ کر ان پر بس چڑھا دیتا ہے، یوں دشمنی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ ان تمام مفاسد کی وجہ حکومت کی اڈنٹی کارڈ والی پالیسی ہے۔

**سوال**: کیا دینی تنظیموں کا نام ''انگریزی'' زبان میں رکھا جا سکتا ہے؟

**جواب**: عصری، قومی اور بین الاقوامی ضرورت ہے، لہٰذا جائز ہے۔

**سوال**: کیا ورزش کی نیت سے فٹبال کھیلنا جائز ہے؟

**جواب**: فٹبال کھیلنا بہترین ورزش ہے، بشرطیکہ اُمورِ دینیہ کا نقصان نہ ہو۔